نام کتاب	:	شش ماہی التفسیر-شمارہ:۲۳
مدیر اعلیٰ	:	ڈاکٹر شکیل اوج، مدیر: محمد اعظم سعیدی
ناشر	:	پی او بکس ۸۴۱۳، جامعہ کراچی، کراچی
اشاعت	:	------------
صفحات	:	۴۶۷
قیمت	:	۷۰۰ روپے
تبصرہ نگار	:	سید متین احمد شاہ ✽

قرآنِ کریم کی خدمت کے میدانوں میں سے ایک میدان علمی اور تحقیقی مجلات کا بھی ہے۔عام طور پر ہمارے تحقیقی اداروں اور جامعات سے علومِ اسلامیہ سے متعلق شائع ہونے والے مجلات کے مقالات موضوع اور مضمون کے لحاظ سے تنوع کے حامل ہوتے ہیں۔ایسے مجلات جو کسی مخصوص تخصص (مثلاً حدیث، تفسیر، فقہ، تقابلِ ادیان وغیرہ) سے تعلق رکھتے ہوں، بہت کم ہیں۔ قرآنیات کے باب میں اس سلسلے میں ہندوستان سے شائع ہونے والا **علوم القرآن** اپنی نوعیت کا ایک مفید اور علمی مجلہ ہے۔پاکستان میں اس ضرورت کا احساس کراچی یونی ورسٹی سے وابستہ جناب ڈاکٹر شکیل اوج مرحوم [1] کو ہوا اور انھوں نے تقریباً سات سال قبل جامعہ کراچی سے ایک علمی اور تحقیقی مجلے شش ماہی **التفسیر** کا اجرا عمل میں لایا۔وہ اس مجلے کے مدیرِ اعلیٰ تھے اور مدیر جناب مفتی محمد اعظم سعیدی ہیں۔اب یہ مجلہ ایچ ای سی کے منظور شدہ مجلات میں شامل ہے۔اپنے معمول کے شماروں کے ساتھ مجلے نے بعض موضوعات پر خاص نمبر بھی نکالے جن میں "شخصیات نمبر" اور "تفردات نمبر" وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔اسی سلسلے کی

✽ نائب مدیر، **فکر و نظر**، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد (mateen.ahmad@iiu.edu.pk)

۱- ڈاکٹر شکیل اوج جامعہ کراچی میں علومِ اسلامیہ کے پروفیسر تھے۔آپ نے مختلف علمی اور فکری موضوعات پر مختلف کتابیں اور مقالات تحریر کیے۔۱۸ ستمبر ۲۰۱۴ء کو کراچی میں انھیں فائرنگ سے شہید کر دیا گیا۔زیر نظر تنقیدی تبصرہ شش ماہی **التفسیر** کے ایک حقیقت پسندانہ جائزے پر مشتمل ہے، ورنہ پروفیسر اوج سے راقم کا عقیدت مندانہ تعلق تھا اور اپنی زندگی میں مثبت تنقیدوں کو وہ خوش آمدید کہتے تھے۔ شش ماہی **التفسیر** کی زیر نظر خاص اشاعت ان کی زندگی کے آخری ایام میں **فکر و نظر** کو بہ غرضِ تبصرہ موصول ہوئی تھی۔

ایک کڑی مجلے کا شمارہ ۲۳ (جنوری-جون ۲۰۱۴ء) بھی ہے جس کا عنوان "برصغیر کے مفسرین اور انکی تفاسیر" رکھا گیا ہے اور اس وقت یہی اشاعت زیرِ تبصرہ ہے۔

برصغیر کی علمی تاریخ ہنوز کئی پہلوؤں سے تشنۂ تحقیق ہے۔ عام طور پر تاریخ نگاروں کا رخ اس خطے کے سیاسی حالات، ملوک وسلاطین کی کشور کشائیوں، انتظامی امور اور اس طرح کی دیگر چیزوں کی طرف رہا ہے۔ عمومی علمی تاریخ کے باب میں شیخ محمد اکرام کے سلسلۂ کوثریات، فقہ میں محمد اسحاق بھٹی اور فلسفہ وکلام میں ہندوستان کے محقق شبیر احمد غوری کی تصانیف کا نام لیا جاسکتا ہے۔ مطالعۂ قرآن کے باب میں برصغیر کی علمی تاریخ پر ابھی تک کوئی جامع اور مفصل کام نہیں ہو سکا ہے، تاہم اس سلسلے میں شائع ہونے والی بعض کتابیں اور مقالات جو معلوم ہو سکے ہیں، ان کا ذکر کرنا غیر مناسب نہ ہوگا۔ ان کے مطالعے سے ایک طالب علم اس خطے کے تفسیری کام سے بڑی حد تک واقفیت حاصل کر سکتا ہے۔

۱- سید حمید شطاری، **قرآن مجید کے اردو تراجم و تفاسیر**، حیدر آباد، انڈیا، ۱۹۸۲ء، یہ ایک عمدہ تحقیقی کتاب ہے جس میں سرزمین ہند کے بہت سارے علمی کام کا تعارف سامنے آگیا ہے۔

۲- سالم قدوائی، **ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں**، لاہور، ادارہ معارف اسلامی، ۱۹۹۳ء، اس کتاب کا دائرہ اس کے نام ہی سے ظاہر ہے۔ اس میں برصغیر کے مفسرین کی عربی میں مکمل اور جزئی تفسیروں کے جائزے کے ساتھ تفسیروں کی شروح وحواشی اور بعض دیگر چیزوں پر مبسوط کلام کیا گیا ہے۔ اپنے موضوع کے حوالے سے بڑا جامع کام ہے۔

۳- محمد نسیم عثمانی، **اردو میں تفسیری ادب (ایک تاریخی اور تجزیاتی جائزہ)**، کراچی، عثمانیہ اکیڈمی ٹرسٹ، ۱۹۹۴ء، یہ کتاب بھی ہندوستان اور پاکستان کے مفسرین کی کافی کاوشوں کا ایک عمدہ جائزہ پیش کرتی ہے۔

۴- **برصغیر میں مطالعۂ قرآن** خصوصی اشاعت سہ ماہی **فکر ونظر**، اسلام آباد، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، جنوری-جون ۱۹۹۹ء، اس خصوصی اشاعت میں علوم القرآن، تفاسیر اور مخطوطات کے بارے میں علمی مقالات جمع کیے گئے ہیں۔

۵- محمد حبیب اللہ قاضی چترالی، **برصغیر میں قرآن فہمی کا تنقیدی جائزہ**، کراچی، زمزم پبلشرز، ۲۰۰۷ء، یہ نسبتاً ایک مفصل کتاب ہے جس میں تفسیر کے مختلف رجحانات اور مکاتبِ فکر کی تقسیم کر کے ان کی نمائندہ تفاسیر کا جائزہ پیش کیا گیا ہے، تاہم اس میں کئی چیزیں ذکر ہونے سے رہ گئی ہیں۔

۶- رضی الاسلام ندوی، **برصغیر میں مطالعۂ قرآن**، نئی دہلی، اسلامک بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۰ء، اس کتاب میں چند مخصوص شخصیات کی قرآن فہمی اور تفاسیر کے حوالے سے عمدہ علمی مقالات کے ساتھ قرآنیات سے متعلق متعدد کتابوں پر مصنف کے تبصرے ہیں جو مختلف علمی مجلات میں شائع ہونے کے بعد اس کتاب کی شکل میں مدون ہوئے ہیں۔

اس فہرست میں برصغیر کے اردو اور عربی تراجم و تفاسیر سے بحث کرنے والی کتابوں کا ذکر آیا ہے، تاہم انگریزی اور فارسی میں ہونے والے کام کا ان میں تذکرہ نہیں آسکا ہے۔ اس کے علاوہ بعض کتابیں ایسی بھی ہیں جن کی حیثیت برصغیر میں قرآن کے تراجم اور تفاسیر کے اشاریوں کی ہے، جیسے صالحہ شرف الدین کی **قرآن حکیم کے اردو تراجم**، جمیل نقوی کی **اردو تفاسیر** (کتابیات) اور شیعہ علما کے کام کے حوالے سے حسین عارف نقوی کی کتابیں، جن میں قومی، بین الاقوامی اور علاقائی زبانوں میں ہونے والے کاموں کی فہرست دی گئی ہے۔

زیرِ تبصرہ التفسیر کی خصوصی اشاعت کا موضوع بھی برصغیر کے مفسرین اور ان کی تفاسیر سے متعلق ہے۔ یہ موضوع، جیسا کہ اوپر کی فہرست سے واضح ہوتا ہے، نہایت متنوع ہے اور کوئی ایک تصنیف اس کا احاطہ بہ مشکل ہی کر سکتی ہے، اس لیے "رنگِ خیال" میں جناب مدیر اعلیٰ نے واضح کیا ہے کہ اس اشاعت میں کم و بیش دو سو سال کے عرصے میں ہونے والے کام میں سے بعض پر تحقیقی مقالات یک جا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس فہرست میں سب سے پہلے مفسر قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اور آخری پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری ہیں اور اس ترتیب میں یہ بات مد نظر رکھی گئی ہے کہ فوت شدہ مفسرین میں سے کون پہلے اپنے رب کے حضور پیش ہوا اور زندہ میں سے کون پہلے صفحۂ گیتی پر ظاہر ہوا۔ (ص ۷) اشاعت میں پچیس مقالات جمع کیے گئے ہیں جن میں سے مولانا محمد تقی عثمانی کے اردو ترجمے سے متعلق ایک مقالہ انگریزی میں ہے اور باقی سب اردو میں۔ برصغیر کے مختلف مکاتبِ فکر اور رجحاناتِ تفسیر سے متعلق مقالات جمع کر کے اس اشاعت میں تنوع پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے، لیکن اس کے باوجود اس میں توازن کی کمی محسوس ہوتی ہے اور اس میں واضح طور پر مسلکی جھکاؤ نظر آتا ہے۔ اگر مدارسِ تفسیر کو مد نظر رکھتے ہوئے درجہ بندی کی جاتی تو بہتر ہوتا، تاکہ اختیارِ مقالات میں تمام مکاتب فکر کے درمیان ایک توازن قائم ہوتا۔

مدیرِ اعلیٰ نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ بہت سی نمایاں شخصیات کے حوالے سے مقالات اس میں شامل نہیں ہو سکے، لیکن اس کے باوجود یہ بات بہ ہر حال کھٹکتی ہے کہ اگر کسی ایک مدرسۂ تفسیر کے پانچ یا اس سے

زائد مقالات (جن میں تکرار بھی آجائے) شاملِ اشاعت ہو سکتے ہیں تو مثلاً مولانا حمید الدین فراہیؒ جیسے رجحان ساز مفسر اور ان کے مدرسۂ تفسیر سے متعلق کوئی ایک مقالہ بھی اس اہم اشاعت میں کیوں شامل نہیں ہو سکا؟

مقالہ نگار حضرات کی فہرست کو دیکھا جائے تو پچیس مقالات میں سے چودہ مقالات ایسے ہیں جن کے لکھنے والوں کے ناموں کے ساتھ "ریسرچ اسکالر، شعبہ علومِ اسلامی، جامعہ کراچی" کے الفاظ ہیں جس سے بہ ظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس اشاعت کا اکثر حصہ ایم فل اور پی ایچ ڈی کے طلبہ کی کاوشوں پر مشتمل ہے۔ مجلے کی ادارت کا یہ اقدام مستحسن ہے کہ اس نے اس عمل کے ذریعے جامعہ کراچی میں اپنی سرپرستی میں نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کی ہے تاہم اس کثرت سے ایک ہی درس گاہ کے طلبہ کی نمائندگی محلِ نظر ہے۔ طلبہ کے ان مقالات کے حوالے سے ایک خیال یہ بھی آتا ہے کہ کہیں وہ ان کی ایم فل اور پی ایچ ڈی کی تعلیمی مشقیں تو نہیں ہیں جن کے عنوانات طلبہ کو تفویض کر کے مقالات تحریر کروائے گئے ہیں۔ اس کی داخلی شہادت "مولانا احمد رضا خان بریلویؒ بحیثیت مترجم قرآن" مقالے کے انگریزی خلاصے کے یہ دو جملے ہیں جن میں لفظ assignment کو خط کشیدہ کیا گیا ہے:

The topic of this assignment is proposed as "Ala Hazrat Molana Ahmad Raza as a spokesman of holy Quran."..."Every thing which is written in this assignment has been written honestly."(p.39)

تعلیمی ضروریات کے تحت ایک مشقی کام اور ایک تحقیقی کام میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ اول الذکر کے لیے ایک مقالہ نگار کو طویل وقت کے مطالعے، مصادر کی اوراق گردانی، محنت اور پتہ ماری کی شاید زیادہ ضرورت نہیں ہوتی، جب کہ ثانی الذکر کام اس کے مقابلے میں زہرہ گدازی چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سے جہاں کچھ جانب داری کا شائبہ ہوتا ہے وہاں کہن مشق مصنفین کی تحریروں کی کمی کی وجہ سے اس اشاعت کے علمی اور فنی معیار پر بھی اثر پڑا ہے۔

اشاعت کا پہلا مقالہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی (۱۱۴۰ھ / ۱۱۴۴ھ - ۱۲۲۵ھ) اور ان کی تفسیر مظہری سے متعلق ہے۔ اس میں ان کے حالاتِ زندگی، تصانیف اور تفسیر مظہری کی نمایاں خصوصیات کو بیان کیا گیا ہے۔ مقالہ نگار کے نزدیک یہ تفسیر آثار، لغوی تحقیقات، فقہی مباحث، نظم قرآن، صوفیانہ اشارات اور علومِ تفسیر کے تقریباً تمام مباحث کا احاطہ کرتی ہے۔ آخر میں انھوں نے اس پر اپنا تنقیدی جائزہ بھی پیش کیا ہے۔ یہ مقالہ اس تفسیر کے حوالے سے معلومات افزا ہے تاہم اس میں ایک تحقیقی مقالے کے بعض اوصاف کی کمی محسوس ہوتی ہے۔ مقالے کے انگریزی خلاصے میں تفسیر کے بارے میں لکھا گیا ہے:

...translated in Urdu by Peer Karam Shah al Azahri in 10 volumes. (p.9)

(اس تفسیر کا اردو ترجمہ پیر کرم شاہؒ نے دس جلدوں میں کیا ہے۔)

اس بیان میں ایک تسامح تو یہ ہے کہ اس تفسیر کا اردو ترجمہ پیر کرم شاہؒ کا کیا ہوا نہیں، بلکہ صرف قرآنی متن کا ترجمہ ان کی تفسیر **ضیاء القرآن** سے لیا گیا ہے جب کہ تفسیر کا ترجمہ دار العلوم محمدیہ غوثیہ کے تین فضلا (ملک محمد بوستان، سید محمد اقبال شاہ، محمد انور گھالوی) نے کیا ہے جیسا کہ اس کے مترجمین کے ناموں کی تصریح کے علاوہ خود اس کے ناشر نے بھی وضاحت کی ہے۔[۲] اس عمومی بیان سے دوسری بات یہ ذہن میں آتی ہے کہ شاید اس تفسیر کا یہی ایک ترجمہ ہے، حالاں کہ اس ترجمے کی اشاعت سے کافی پہلے دار المصنفین دہلی کے رکن مولانا عبدالدائم جلالی رام پوریؒ نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا اور ندوۃ المصنفین نے ۱۹۶۰ء سے ۱۹۷۱ء کے عرصے میں دس جلدوں میں شائع کیا اور پھر پاکستان میں ایچ ایم سعید کمپنی نے اس کی اشاعت ۱۹۷۹ء میں مکمل کی۔[۳] اس کے علاوہ اس کے اور تراجم بھی ہیں، مولانا اشتیاق احمد لکھتے ہیں:

راقم الحروف کے محدود علم واطلاع میں عربی زبان کی تفسیروں میں سب سے زیادہ اسی تفسیر کے ترجمے ہوئے ہیں، میری رسائی چار ترجموں تک ہو سکی ہے:

(الف) ترجمہ جناب محمد یعقوب بیگ، مدیر رسالہ: 'کاشف العلوم"

(ب) ایک نامعلوم مترجم کا ترجمہ

(ج) ترجمہ حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کشمیریؒ شیخ الحدیث، دار العلوم وقف دیوبند

(د) ترجمہ مولانا سید عبدالدائم صاحب الجلالی رحمۃ اللہ علیہ

اس کے بعد انھوں نے ان تراجم پر گفتگو کی ہے۔[۴] جلالی صاحب کا ترجمہ بہت مستند ہے اور پاکستان میں بھی عرصے سے معروف ہے۔ علومِ قرآنی کے ایک اسکالر کو اس طرح کے علمی کاموں سے آگاہ ہونا چاہیے۔

مقالے میں تفسیر سے متعلق بنیادی طور پر دو عنوانات قائم کیے گئے ہیں:

۱- اسلوبِ بیان

۲- دیکھیے: ثناء اللہ پانی پتی، **تفسیر مظہری** (اردو ترجمہ) (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء)، ۷۔

۳- محمد نسیم عثمانی، **اردو میں تفسیری ادب (ایک تاریخی اور تجزیاتی جائزہ)**، (کراچی: عثمانیہ اکیڈمی ٹرسٹ، ۱۹۹۴ء)، ۴۱۵-۴۱۶۔

۴- دیکھیے: اشتیاق احمد، " عربی تفسیروں کے اردو ترجمے - تعارف و تجزیہ" ماہنامہ **دار العلوم**، دیوبند، (مئی-۲۰۱۱ء)، ۳۵۔

۲- اہم تفسیری خصوصیات

پہلے عنوان کا تقاضا یہ ہے کہ مقالے میں تفسیر کے اسلوبِ بیان پر گفتگو کو مرتکز رکھا جائے اور اس کے تحریری محاسن و معائب کو نمایاں کیا جائے، لیکن اس کے تحت جو باتیں آئی ہیں ان میں سے بعض کا تعلق دوسرے عنوان (اہم تفسیری خصوصیات) سے ہے جیسے صرفی اور نحوی ابحاث پر گفتگو(ص ۱۳) اور پھر دوسرے عنوان کے تحت صرفی اور نحوی پہلو کو پھر سے دہرایا ہے جس سے مباحث میں تداخل کی وجہ سے مقالے کا تسلسل اور منطقی ربط متاثر ہوا ہے۔ پہلے عنوان کے تحت مقالہ نگار نے صاحبِ تفسیر کا موقف بیان کرتے ہوئے جو صرفی بحث ذکر کی ہے، اس کے تحت سورۂ بقرہ کی آیت ﴿ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت تِّجَارَتُهُمْ ﴾ [۵] کے بارے میں جو تفسیر کا اقتباس دیا ہے اسے صرفی بحث کے ضمن میں ذکر کرنا درست معلوم نہیں ہوتا۔ صاحبِ تفسیر نے یہ فرمایا ہے کہ آیت میں اَشْتَرَوُا بہ معنی استبدلوا ہے، یعنی انھوں نے بدل ڈالا، الضلالۃ سے مراد کفر ہے اور الھدیٰ سے مراد ایمان ہے۔ تجارت سے مراد نفع کو طلب کرنا ہے، یعنی خرید و فروخت کر کے راس المال پر زیادتی چاہنا ہے۔ یہاں نسبت تجارت کی طرف مجازی ہے۔ (ص ۱۳) اس عبارت کو اگر فنی اصطلاح میں ذکر کیا جائے تو یہ کہنا درست ہو گا کہ لفظ اَشْتَرَوُا کو استبدلوا کے معنی میں لینے میں استعارہ تبعیہ ہے اور تجارت کی طرف فعل کی نسبت مجازِ عقلی کے باب سے ہے۔ مفسرین کے ہاں اس کی تصریح بھی ملتی ہے۔

اس مقالے کی بعض باتوں میں باہم تعارض معلوم ہوتا ہے۔ ص ۱۵ پر لکھا ہے: ’’اگرچہ فقہِ حنفی کی ترجمانی کرتے ہوئے آپ نے تفسیر لکھی ہے۔‘‘ ص ۱۶ پر درج ہے: ’’خاص بات یہ ہے کہ وہ تفسیر بیان کرتے وقت کسی خاص مسلک یا فرقہ یا گروہ کو ثابت کرنے کی کوشش نہیں کرتے، بلکہ دلائل و مسائل کی روشنی میں مسئلہ کو اخذ کر کے اس سے نتیجہ نکالتے ہیں۔‘‘ ص ۲۰ پر یہ عبارت ملتی ہے: ’’جہاں جہاں مسلکی بنیادوں پر اختلاف سامنے آئے ہیں آپ نے مسلک حنفی کو بھی اکثر مقامات پر اپنے دلائل اور اقوالِ صحابہ سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور اسکی مخالفت میں آنے والے دلائل کا بڑی شد و مد کے ساتھ رد کیا ہے۔ اگرچہ بعض مقامات پر آپ نے دورانِ تفسیر غیر جانب داری کا مظاہرہ کیا ہے لیکن اکثر مقامات پر معاملہ اس کے برعکس ہے۔‘‘ یہاں ص ۱۶ کی عبارت باقی

۵- القرآن ۲: ۱۶۔

دونوں عبارتوں سے معارض معلوم ہوتی ہے اور قاری، مفسر کے بارے میں اس بارے میں واضح نتیجے پر نہیں پہنچ پاتا کہ آیا مفسر مسلکِ حنفی کے معاملے میں جانب داری کا مظاہرہ کرتے ہیں یا نہیں۔

مقالے میں بعض مقامات پر مفسر کے کسی خاص مسئلے پر موقف کے حوالے سے اسلوبِ بیان ایسا ہے جس سے غلط فہمی پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ ص ۲۰ پر لکھا ہے: "قاضی صاحب نے ویسے تو احادیث کی صحت اور دیگر اقوالِ قرا و فقہا پر بہت جرح فرمائی ہے، لیکن بڑی عجیب بات ہے کہ آپ نے اپنی تفسیر میں اسرائیلی روایت کو بھی جگہ دی ہے۔" اور اس کے بعد سورۂ بقرہ کی آیت ۳۶ کے تحت ان کی ذکر کردہ ایک اسرائیلی روایت نقل کی ہے۔ اس بیان سے بہ ظاہر مفسر کا اسرائیلیات کے بارے میں موقف واضح نہیں ہوتا اور احساس ہوتا ہے کہ وہ اس باب میں نرم گوشہ رکھتے ہیں، حالاں کہ ایسا نہیں۔ بعض جگہوں پر ایسی روایت کا بلا نقد آجانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کا موقف اس باب میں نرم ہے۔ تفسیر کا تتبع کیا جائے تو ایسے کئی مواقع ملتے ہیں جہاں وہ اسرائیلی روایات پر سختی سے نقد کرتے ہیں، بلکہ اس باب میں وہ بسا اوقات ابن کثیر جیسے ناقد محدثین سے بھی زیادہ محتاط ہو جاتے ہیں، اگرچہ ان کی تفسیر کو اسرائیلیات سے مکمل طور پر پاک قرار نہیں دیا جا سکتا۔[۶] بہتر تھا کہ مقالہ نگار اس باب میں مفسر کے موقف کی مناسب وضاحت کر دیتے۔

مجموعی طور پر مقالہ معلومات افزا ہے، لیکن اس میں مذکورہ بالا مسائل کے علاوہ منطقی ربط اور مباحث کے تسلسل کی کمی محسوس ہوتی ہے۔ تفسیری خصائص کو اگر عنوانات کے تحت ذکر کیا جاتا تو مباحث کے عدمِ تداخل کے علاوہ ان کی تفہیم میں بھی سہولت رہتی۔ اس کے علاوہ اس کی فنی تدوین میں بھی بعض چیزیں محلِ نظر ہیں جن کی طرف اشارہ آخر میں ایک جامع تبصرے کی شکل میں کیا جائے گا۔

دوسرا مقالہ علامہ عبدالحق حقانیؒ (م ۱۹۱۷ء) کی تفسیر **فتح المنان المعروف بہ تفسیر حقانی** میں کلامی بحث کے حوالے سے ہے۔ اس میں فاضل مقالہ نگار نے مفسر کے حالات، تفسیر کے منہجی خصائص اور اس میں علمِ کلام کے مباحث پر ایک اچھا جائزہ پیش کیا ہے۔ مخصوص کلامی مباحث کی واقعیت کو بیان کرنے کے لیے انھوں نے اس عہد کے چیلنجز کو بیان کیا ہے جو اس تفسیر کے کلامی مباحث کا باعث ہوئے اور اس کے تحت تین نمایاں عنوانات قائم کیے ہیں جن پر مقالہ نگار کے نزدیک صاحبِ تفسیر نے گفتگو کی ہے:

۱- سر سید احمد خان اور جدید علم الکلام

۶- اس مسئلے پر عمدہ تفصیل کے لیے دیکھیے: محمود الحسن عارف، **تذکرہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی** (لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۹۵ء)، ۴۵۸ و مابعد۔

۲- مسیحی مناد اور ان کا معاندانہ ادب

۳- آریہ سماج اور ان کے افکار کا رد

ان عنوانات کی وضاحت کر کے مقالہ نگار نے تفسیر حقانی سے اقتباسات پیش کیے ہیں جس سے مفسر کا اس بارے میں موقف واضح ہوتا ہے، تاہم اس سلسلے میں مقالہ نگار کا اپنا نقطۂ نظر اور تنقیدی تجزیہ عام طور پر سامنے نہیں آتا۔ ان تین عنوانات کے علاوہ تفسیر میں علم کلام کے حوالے سے بعض اور عنوانات کا اضافہ بھی ممکن ہے جن پر مفسر نے گفتگو کی ہے جیسے بدھ مت، زرتشتی مذہب، یہودیت، یونانی فکر اور معتزلہ کے افکار اور یورپ کا فلسفہ اور سائنس وغیرہ۔[۷] ان عنوانات کا ذکر بھی اگر مذکورہ بالا عنوانات کے ساتھ آجاتا تو تفسیر کے کلامی مباحث میں مزید جامعیت پیدا ہو جاتی۔ اس کے لیے اگر مقالے میں قدیم کلامی مباحث اور جدید کلامی مباحث کے عنوانات الگ قائم کیے جاتے تو ان میں ایک مناسب امتیاز بھی پیدا ہو جاتا اور مقالہ زیادہ مربوط ہو جاتا۔ اس کے علاوہ مذکورہ بالا تینوں عنوانات جس مبسوط گفتگو کے متقاضی ہیں، اس میں تشنگی محسوس ہوتی ہے۔

تیسرے مقالے کا عنوان "مولانا احمد رضا خان بریلویؒ بحیثیت مترجم قرآن" ہے۔ دس صفحات پر مشتمل اس مقالے کے ابتدائی چھے صفحات اس کے انگریزی خلاصے، مولانا احمد رضا بریلویؒ کے حالاتِ زندگی اور ترجمے کے حوالے سے مولانا عبدالحکیم شرف قادریؒ کے ذکر کردہ اصولِ ترجمہ کے عمومی مباحث پر مشتمل ہیں۔ اصل موضوع پر گفتگو صرف چار صفحات پر ہو سکی ہے جسے پڑھ کر مولانا شبلی نعمانیؒ کا وہ تبصرہ یاد آتا ہے جو انھوں نے حالیؒ کی حیاتِ جاوید پر کیا تھا کہ یہ سرسید کی مدلل مداحی ہے۔ مقالے کا اختتام اس شعر پر ہوتا ہے:

خدمت قرآنِ پاک کی وہ لاجواب کی
راضی رضا سے صاحبِ قرآن آج بھی

مقالہ نگار اس ترجمۂ قرآن کے محرکات کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

اعلیٰ حضرت کا دور تیرہویں صدی کا دور تھا۔ برصغیر کی حالت نہایت ابتر تھی، انگریز یہاں مختلف سازشوں کے ذریعے مسلمانوں کو آپس میں لڑا رہا تھا۔ انگریز نے مسلمانوں کے درمیان نہ صرف خونی جنگ سے ابتدا کی بلکہ اس نے مسلمانوں کی یکجہتی ختم کرنے کے لیے نام نہاد مسلمانوں اور نام نہاد علماؤں کے ذریعے اول تو ترجمۂ قرآن کے ذریعے لوگوں کو منتشر کرنے کی سازش کی اور دوسری طرف اس نے نبی کریم ﷺ کی محبت وعظمت، جو مسلمانوں کے دلوں میں رچی ہوئی

۷- دیکھیے: محمد ارشد، "برصغیر میں تفسیر قرآن کی کلامی اسلوب" خصوصی اشاعت برصغیر میں مطالعۂ قرآن، فکر و نظر، اسلام آباد، ۴۱: ۳، (۱۹۹۹ء)، ۲۳۔

تھی، کو کم کرنے کے لیے نام نہاد مسلمانوں سے ایسی ایسی باتیں قلم سے لکھوائیں جو تیرہ سو سال میں کسی نے نہ لکھیں اور انکے ذریعے مسلمانوں کو منتشر کر دیا۔ ان کی اس ناپاک سازش میں شیطان نے ان کا بہت ساتھ دیا اور یہ شیطانی تحریک دیکھتے دیکھتے پورے برصغیر میں سرعت کے ساتھ پھیل گئی لیکن وہ نادان یہ بھول گئے کہ اللہ رب العزت نے منزل کلام اور منزل علیہ کی رفعت کا وعدہ کر رکھا ہے۔ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ[۸] اور وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ[۹] کی صدا دے رکھی ہے۔ لہذا ان حالات کے پس منظر میں ایک جامع اور مستند اور صحیح ترجمہ کی ضرورت تھی۔ ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ حضرت احمد رضا خان فاضل بریلوی سے کام لیا اور امتِ مسلمہ کو **کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن** کے نام سے مستند اور صحیح ترجمہ کی نعمت سے نوازا، بلکہ یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے موصوف کے ذریعے **کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن** میں اسلاف کا رنگ نمایاں کر دیا اور وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً[۱۰] کی تصویر انسانیت کو عطا کی تو مبالغہ نہ ہو گا۔ (ص ۴۵)

اس طویل اقتباس کے تند و تیز جملوں سے واضح ہوتا ہے کہ مقالہ نگار کو شیطان جیسی غیر مرئی مخلوق بھی مخالفین کا ساتھ دیتی نظر آتی ہے۔ اس قسم کی باتیں مختلف مسلکوں کے نمائندہ جرائد میں سامنے آئیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں، لیکن جو مجلات ایچ ای سی جیسے قومی ادارے کی طرف سے منظور شدہ ہوں اور یونی ورسٹیوں سے شائع ہوں، ان سے غیر جانب دارانہ اور مکالمے کی فضا پیدا کرنے والی تحقیق کی توقع کی جاتی ہے۔

تراجم کی اقسام بیان کرنے کے بعد ایک جگہ مقالہ نگار **کنز الایمان** کو فوقیت دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ترجمہ **کنز الایمان** کے خصائص کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دورِ حاضر میں اردو کے شائع شدہ تراجم میں صرف ایک ترجمہ **کنز الایمان** ہی ہے جو قرآن کا صحیح ترجمان ہے۔'' (ص ۴۶) تراجم کے حوالے سے گفتگو وہی ہے جو ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی کتاب **کنز الایمان کی فنی حیثیت** میں مذکور ہے، البتہ مقالہ نگار نے اس کا جوہر لے کر اپنے الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔[۱۱] مذکورہ بالا اقتباس میں قطعی اور حتمی انداز میں صرف **کنز الایمان** ہی کو معیاری اور مستند

۸- القرآن ۱۵: ۹۔

۹- القرآن ۹۴: ۴۔

۱۰- القرآن ۲: ۱۳۸۔

۱۱- دیکھیے: طاہر القادری، **کنز الایمان کی فنی حیثیت** (لاہور: منہاج القرآن پبلیکیشنز، ۲۰۱۱ء)، ۹ وما بعد۔

ترجمہ قرار دیا گیا ہے۔ مناسب ہوتا کہ مقالہ نگار اس سلسلے میں لکھے گئے تائیدی اور تنقیدی لٹریچر کے تناظر میں غیر جانب دارانہ جائزہ لیتے۔(۱۲)

چوتھا مقالہ مولانا ثناء اللہ امر تسریؒ کی تفسیری خدمات سے متعلق ہے۔اس میں ان کی **تفسیر برہان التفاسیر** کا خصوصی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ بہ حیثیت مجموعی مقالہ متعلقہ تفسیر کے مختلف خصائص کو نمایاں کرتا اور تعارفی معلومات فراہم کرتا ہے، تاہم مقالے میں ربط کی کمی محسوس ہوتی ہے۔ ص ۵۲ پر بعض باتیں الفاظ کے تکرار کے ساتھ آگئی ہیں جس سے مقالے کا حسن متاثر ہوا ہے۔ برہان کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے ابتدا میں اس کے اسلوب پر بہت مختصر کلام ہے اور زیادہ تفصیلی ارتکاز مولانا امر تسریؒ کے ان جوابات پر ہے جو انھوں نے ایک پادری کے اعتراضات کے سلسلے میں پیش کیے۔ اس طرح اس میں تفسیر کا جامع تعارف اور اس کے منہجی خصائص پر سیر حاصل کلام قلم بند نہیں ہو سکا۔

اشاعت کا ایک مقالہ ''مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے تفردات'' کے عنوان سے ہے۔اس مقالے کا ابتدائی طویل حصہ مولانا عثمانیؒ کی سوانح، ان کی تصانیف اور علما کی نظر میں ان کی قدر و قیمت کے بیان پر صرف ہو گیا ہے جس میں ان کے ''تفردات'' کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ آخری چار صفحات (۱۱۳ تا ۱۱۶) تفردات پر گفت گو کے لیے خاص ہیں۔ اہلِ علم میں تفرد کی اصطلاح کا اطلاق کسی شخصیت کی منفرد علمی راے پر ہوتا ہے۔اس کی رو سے دیکھا جائے تو مقالے کے مندرجات کا تفردات سے کوئی تعلق نہیں۔ مثال کے طور پر مقالہ نگار نے ان تفردات کی فہرست میں اس طرح کے امور کو شامل کیا ہے: مذہبی بے تعصبی، تفسیر میں اسرائیلیات سے گریز، اصلاحِ امتِ مسلمہ، جدوجہدِ پاکستان میں کردار؛ ان امور کو تفردات قرار دینا درست معلوم نہیں ہوتا۔ یہ آخری عنوان مقالے

۱۲- **کنز الایمان** کی فوقیت اور برتری کے اثبات کے لیے متعدد چھوٹی بڑی تحریریں موجود ہیں، جن میں سے بعض یہ ہیں: مجید اللہ قادری، **کنز الایمان اور معروف تراجم قرآن** (کراچی-اسلام آباد: ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، ۱۹۹۹ء)؛ ملک شیر محمد خان اعوان، **محاسنِ کنز الایمان** (لاہور: رضا اکیڈمی، س ن)؛ طاہر القادری، مرجع سابق؛ محمد افضل قادری، **قرآن مجید کے غلط ترجموں کی نشاندہی** (گجرات: مکتبہ قادریہ عالیہ)؛ اس کے علاوہ اس کے تنقیدی جائزے پر بھی بعض تحریریں موجود ہیں، جیسے: اخلاق حسین قاسمی، **بریلوی ترجمۂ قرآن کا علمی تجزیہ** (نظر ثانی اور اضافہ جات کے ساتھ)، تحفظ نظریات دیوبند اکادمی؛ محمد الیاس گھمن، **کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ** (سرگودھا: مکتبہ اہل السنہ والجماعۃ، ۲۰۱۳ء)؛ **تلبیساتِ کنز الایمان** (راولپنڈی: جمعیت اہل السنت والجماعت)؛ سید حامد میاں، **فاضل بریلوی کے ترجمۂ قرآن اور فقہی مقام کی حقیقت** (کراچی: تحفظ نظریات دیوبند اکادمی، ۲۰۱۰ء) وغیرہ۔ **کنز الایمان** کی تائید اور تنقید میں لکھے گئے لٹریچر کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ جانبین میں جانب داری کا عنصر کار فرما ہے۔

میں بالکل بے جوڑ شکل میں وارد ہوا ہے۔ تفسیر عثمانی پر گفت گو کرتے ہوئے اچانک یہ عنوان سامنے آجاتا ہے جس کا سیاقِ کلام سے کوئی ربط نہیں ہے۔

اس اشاعت کا ایک منفرد علمی مقالہ ''ساختیاتی لسانیات --- فہم معانی کا جدید منہج اور ترجمۂ قرآن پر اس کے اثرات'' کے عنوان سے ہے۔اس مقالے کے مندرجات کو دیکھتے ہوئے احساس ہوتا ہے کہ برصغیر کے مفسرین اور ان کے تفاسیر کے عنوان سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ برصغیر کی کسی شخصیت کے کام کا اس میں ذکر آسکا ہے۔(۱۳) تاہم اپنی ذات میں اردو میں ایک نیا کام ہے۔ساختیاتی طریقِ مطالعہ اصلا ادبی متون سے تعلق رکھتا ہے اور لسانیات (Linguistics) میں زیرِ بحث آتا ہے۔اس طریقِ مطالعہ میں کسی متن کو دیکھنے کے لیے اس کے ثقافتی تناظر کو خاص اہمیت حاصل ہوتی ہے جس میں وہ متن تیار ہوتا ہے۔اس منہج کے مطابق یہ ثقافتی رشتے اصل میں کسی متن کے مفاہیم کی توجیہ میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں، اگر یہ ثقافتی تناظر بدل جائے تو متن کے مفاہیم میں بھی تغیر آسکتا ہے۔سماوی متون پر اس طریقِ مطالعہ کا اطلاق مسلم دنیا کے اہلِ علم کے ہاں محلِ نظر رہا ہے۔(۱۴) مقالہ نگار کی گفت گو اس منہج کے فنی پہلوؤں پر زیادہ مرتکز رہی ہے اور قرآنِ کریم کے تعلق سے اس کی گفت گو بہت سرسری سی ہے جس سے اس کے امتیازات کے فہم میں قاری کو تشنگی کا سامنا ہوتا ہے۔

اشاعت کے تمام مقالات پر تفصیلی گفت گو کی جاسکتی ہے، لیکن تبصرے کے یہ صفحات اس کے متحمل نہیں ہیں، اس لیے اس سے صرفِ نظر کرتے ہوئے فنی پہلو پر کسی قدر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

اشاعت میں شامل مقالات کے انگریزی خلاصہ جات کی زبان ایک قاری کو کھٹکتی ہے۔اس میں جہاں اسلوب کی کم زوری پائی جاتی ہے وہیں کئی اغلاط بھی در آئی ہیں۔ تفسیر فتح المنان سے متعلق مقالے کے خلاصے کی زبان میں خط کشیدہ الفاظ ملاحظہ ہو:

۱۳- راقم کی اطلاع کی حد تک ساختیات کی روشنی میں فہم قرآن کے منہج پر اردو میں کوئی تحقیقی کام نہیں ہوا ہے۔اس سلسلے میں البتہ دو کاموں کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے۔اس منہج جدید کے پہل کاروں میں جاپان کے پروفیسر توشی ہیکو ازتسو کا نام بہت نمایاں ہے، جن کی کتاب *Ethico-Religious Concepts in the Quran* کا اردو ترجمہ ڈاکٹر خالد مسعود نے **دینی اخلاقیات کے قرآنی مفاہیم** کے نام سے کیا ہے۔دوسری کتاب ڈاکٹر محسن نقوی کی **فہم اسلام کے جدید خطوط** ہے، جس میں اس اسلوب پر مختصر کلام ہے۔

۱۴- سماوی متون پر اس طریقِ مطالعہ کے اطلاق کی خرابی کی وضاحت کے لیے دیکھیے: عزیز ابن الحسن، ''ساختیاتی مباحث اور حسن عسکری'' سہ ماہی جی، لاہور (جولائی-اکتوبر ۲۰۱۲ء)۔

The Commentaries of The Holy Quran has different methods in the sub-content...Maulana Abdul Haq Haqqani (D: 1917 AD) is one of the scholar of sub continent who is the famous for his tafsir "Fath ul Mannan." (p.23)

یہ صرف ایک مثال ہے جو بہ طور نمونہ پیش کی گئی ہے، ورنہ تقریباً ہر خلاصہ، ادارت کی جس توجہ کا مستحق ہے، وہ نہیں دی جا سکی ہے۔ ان پیج سافٹ ویئر میں لکھی گئی انگریزی کا ایک بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اس میں نقلِ حرفی (Transliteration) کا کام ممکن نہیں ہے جس پر توجہ کی ضرورت ہے۔ ان خلاصہ جات اور اشاعت کے آخر میں شامل انگریزی مقالے میں کئی جگہ نقلِ حرفی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ بعض مقالات کا خلاصہ درج ہی نہیں، جیسے ساختیات سے متعلق مذکورہ بالا مقالے میں۔

بعض جگہ پر قرآنی آیات کے نقل کرنے میں غلطیوں کا ارتکاب ہو گیا ہے۔ مثلاً ص ۱۷ پر ایک قرآنی آیت اس طرح درج ہے: بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِذَا قَضَى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ كُنْ فَيَكُونُ. یہاں لفظ یَقُولُ کے بعد لَهُ کتابت میں رہ گیا ہے۔ ص ۱۳ پر اسی طرح ایک آیت کی کتابت غلط ہو گئی ہے۔

اشاعت میں شامل کئی جگہوں پر عربی اور انگریزی اقتباسات کا ترجمہ درج نہیں۔ (مثلاً دیکھیے: ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۱، ۱۶۲ وغیرہ۔)

پروف خوانی بہت کم زور ہے جس کی وجہ سے کہیں مناسب الفاظ لکھنے سے رہ گئے ہیں اور کہیں عبارات میں جھول ہے۔ مثلاً: 'المختصر یہ ہے کہ' (ص ۱۴)، 'ان مکاشفہ کی بنا پر کوئی بعید نہیں کہ' (ص ۱۴)، 'اپنے جواب کو مزید مظبوط کرتے ہیں۔' (ص ۱۵) 'امام ابو حنفیہ خمر سے مراد وہ پانی لیتے ہیں۔' (ص ۱۵) اس طرح کی متعدد مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔

مجلے کے تمام مقالات جمیل نوری نستعلیق خط میں ہیں، لیکن ایک مقالہ "مولانا محمد ادریس ڈاہری اور احسن البیان" کا خط علوی نستعلیق ہے جو مقالات کے سلسلے میں بد نما اور جدا معلوم ہوتا ہے۔

حوالہ جات کا اسلوب ایک تحقیقی مجلے میں فنی تدوین کا ایک نہایت اہم کام ہے۔ اس اشاعت میں یہ پہلو افسوس ناک حد تک نظر انداز ہوا ہے۔ اس میں یکسانیت بالکل مفقود ہے۔ بہت سی جگہوں پر کتابوں کی ضروری معلومات مکمل نہیں، مصنفین کا نام لکھنے کا اسلوب کہیں کچھ اور کہیں کچھ۔ کہیں ضروری معلومات کا حوالہ نہیں ہے اور کہیں بلا وجہ حوالوں کی بھرمار۔ انگریزی مقالے میں ایک جگہ (ص ۴، بائیں جانب سے) صرف دس سطر کے ایک پیراگراف میں پچیس حوالے ہیں۔ مولانا تقی عثمانی کے عالم ہونے پر ایک حوالہ، استاد ہونے پر دوسرا الگ

حوالہ، مصنف ہونے پر ایک اور تیسرا حوالہ اور اس طرح پچیس حوالے مکمل ہوتے ہیں جس کے لیے صرف ایک ہی معتبر حوالہ کافی ہے۔

زیرِ نظر خصوصی اشاعت کی قیمت، ۷۰۰ روپے اس کی ضخامت کے پیشِ نظر کافی زیادہ معلوم ہوتی ہے۔

تحقیقی مجلات چوں کہ ایک معیار ہوتے ہیں جن کو طلبہ اور اہلِ علم ایک معتبر حوالہ سمجھتے ہیں اور خاص طور پر جب وہ ایچ ای سی جیسے موقر ادارے کی طرف سے منظور شدہ ہوں تو ان کا معاملہ مزید حساس ہو جاتا ہے، اس لیے ان کی ادارت اور معیار کو بہتر بنانے میں ضروری ہے کہ مقدور بھر محنت صرف کی جائے تاکہ تحقیق کے گرتے ہوئے معیار میں بہتری لائی جاسکے۔ اس کے علاوہ یہ بات پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے کہ گلوبل دنیا کے اس دور میں تحقیقی مجلات کی بین الاقوامی سطح پر شناخت کے لیے ان کی اشاریہ بندی (Indexing) ضروری ہے۔ شش ماہی التفسیر میں کہیں یہ مذکور نہیں ہے کہ وہ کسی بین الاقوامی انڈیکسنگ ایجنسی کی اشاریہ بندی میں شامل ہے۔ مجلے کے وابستگان اگر اس طرف توجہ دیں تو یہ اقدام مجلے کی مزید ترقی اور وسیع پیمانے پر اشاعت میں معاون ہو گا۔

ادارہ تحقیقات اسلامی کی پیش کش

فقہ اسلامی: دلائل و مسائل

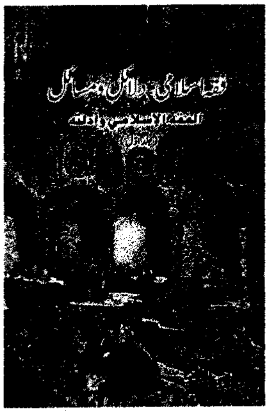

ISBN 978-969-408-278-3

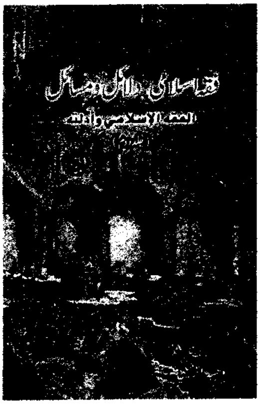

ISBN 978-969-408-302-5

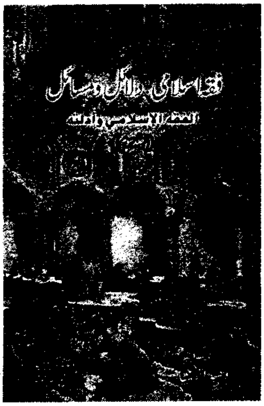

ISBN 978-969-408-303-2

عربی زبان میں تالیف کی گئی اسلامی فقہ کی ایک جامع کتاب 'الفقہ الإسلامی و أدلته' ہے۔ گیارہ جلدوں پر مشتمل یہ کتاب مشہور محقق وفقیہ ڈاکٹر وہبہ الزحیلی کی کاوش ہے۔ عربی زبان میں اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں۔ کتاب کے علمی محاسن اور اس کی اہمیت کے سبب ادارہ تحقیقاتِ اسلامی اسلام آباد اس کا اردو ترجمہ شائع کر رہا ہے۔ اب تک تین جلدیں شائع ہوچکی ہیں۔ اُردو میں اس کتاب کا اجرا ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے اشاعتی پروگرام میں ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

فقہ کے اس اہم مجموعے میں نقلی وعقلی دونوں مصادر وماٰخذ سے استفادہ کیا گیا ہے جو چاروں بڑے مذاہب کی بنیاد ہیں۔ مؤلف نے خود کو کسی ایک فقہی مسلک کے اجتہادات واستنباط تک محدود نہیں رکھا، بلکہ اہل سنت کے چاروں مکاتب فکر کے دلائل پیش کر دیے ہیں۔ اس تقابلی اسلوب سے طلبہ اور محققین کے لیے مختلف آرا کا جائزہ لینا آسان ہوگیا ہے۔ کتاب میں اس بات کا اہتمام کیا گیا ہے کہ توجہ حقیقی اور دور حاضر کے مسائل پر مرکوز رہے۔ چناں چہ جدید مسائل پر تفصیلی بحث کی گئی ہے، فقہ اقلیات پر بھی گفتگو کی گئی ہے۔

کتاب کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ اس میں موجود تمام احادیث کی تخریج کی گئی ہے۔ ایک پوری جلد میں موضوعات اور فقہی مسائل کی جامع فہرست پیش کی گئی ہے۔ اُردو میں شائع شدہ کتاب کی پہلی تین جلدوں کے مندرجات حسب ذیل ہیں: جلد اوّل طہارت اور احکام صلوٰۃ سے متعلق مباحث پر مشتمل ہے۔ جلد دوم میں باب الصلوٰۃ کی تکمیل ہوئی۔ جلد سوم میں صوم (روزہ) زکوٰۃ اور حج سے متعلق ابواب شامل ہیں۔

جلد اوّل: صفحات ۱۰۴۰، قیمت ۱۰۰۰ روپے۔ جلد دوم: صفحات ۹۹۷، قیمت ۱۰۰۰ روپے۔ جلد سوم: صفحات ۱۱۲۷، قیمت ۱۰۰۰ روپے

قارئین اور ادارے جو اس کتاب سے خصوصی طور پر استفادہ کرسکتے ہیں:

اہل علم، طلبہ، عام قاری، کتب خانے، مراکز تحقیق، جامعات

کتاب منگانے یا ادارہ کی کتابوں کی فہرست حاصل کرنے کے لیے رابطہ فرمایئے

ڈائریکٹر مطبوعات، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی پوسٹ بکس نمبر ۱۰۳۵، اسلام آباد

فون نمبر: 051-9261761 Ext. 308، ای میل: (< iri.publications@gmail.com>)

قیمت کی ادائی کے طریقے: بنک ڈرافٹ (بنام ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد)، بنک بلٹی یا منی آرڈر۔ ڈاک خرچ یا ٹرک سروس کا کرایہ بہ ذمہ خریدار

نوٹ: کتب فروشوں، کتب خانوں اور اداروں کو خریداری کی مالیت کے حساب سے ڈسکاؤنٹ دیا جاتا ہے۔